عالمی ثقافت کی لغت

تالیف: کوامے انتھونی اپیاہ اور ہنری لوئی گیٹس جونیئر

ترجمہ: پروفیسر حنیف کھوکھر

الف

آترا ہاسس (رزمیہ)

میسوپوٹیمیا کی ایک قدیم رزمیہ نظم۔ قدیم بابلی عہد (1800-1600 ق م) میں لکھی جانے والی یہ داستان تورات میں مذکور سیل عظیم کی حکایت سے بہت مشابہ ہے۔ اس کے مطابق جب سات بڑے دیوتاؤں نے اقتدار پر قبضہ کیا تو بقیہ دیوتاؤں نے مجبور ہو کر ان کے لیے خوراک مہیا کرنا شروع کر دی۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد چھوٹے دیوتاؤں میں بے چینی پیدا ہوئی اور انھوں نے بغاوت کر دی۔ اس بغاوت کو رام کرنے کے لیے سب سے عقلمند دیوتا اینکی نے انسان تخلیق کرنے کا منصوبہ بنایا تا کہ دیوتاؤں کی جگہ وہ ان کے لیے کام کر سکیں۔ انسانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا اور وہ پورے کرۂ ارض پر پھیل گئے لیکن اس اثنا میں ان کا شور اس قدر زیادہ ہوا کہ دیوتا اسے برداشت نہ کر سکے اور انھوں نے انسان کو بھوکوں مارنے اور زمین کو بنجر کرنے کے لیے قحط اور نمک جیسی آفات نازل کیں تا کہ انسانوں کی تعداد کم ہو جائے۔ لیکن اینکی کی مدد سے انسان بچ نکلے اور شور و غوغا کرتے چلے گئے۔ پھر دیوتاؤں نے ایک خوفناک سیلاب بھیجنے کی ٹھانی تا کہ اس دھرتی سے انسانوں کا صفایا ہو جائے۔ اینکی نے ایک شخص آترا ہاسس کو اپنے اور اپنے خاندان کے لیے ایک کشتی تیار کرنے کا حکم دیا لیکن جب خوراک جمع کرنے والے انسانوں کی کمی ہوئی تو دیوتاؤں کو بھوک اور پیاس نے آلیا۔ مرتے کیا نہ کرتے انھوں نے ایک جدید انسانی نسل پیدا کرنے کا فیصلہ کیا لیکن ایک شرط کے ساتھ۔ وہ یہ کہ جو عورتیں پیدا ہوں گی وہ بانجھ ہوں گی اور ان کے ساتھ ایک شیطان تخلیق کیا جائے گا جو مردہ بچے پیدا کرے گا اور پیدا ہونے والے بچوں کو مارنے کا سبب پیدا کرے گا۔

آرنلڈ میتھیو (1888-1822)

انگریز شاعر اور تنقید نگار میتھیو آرنلڈ ایک معروف مصلح تعلیم کے فرزند تھے اور انھوں نے خود بھی اپنی تحریروں میں سماجی اصلاح پر خامہ فرسائی کی۔ اگر چہ اس کی شاعری اس کے ہمعصروں ٹینی سن اور رابرٹ براؤننگ کے مقابلے میں کم معروف ہے، اس کا شمار وکٹورین دور کی عکاس بہترین تخلیقات میں کیا جا سکتا ہے۔ آرنلڈ نے اپنی مشہور نظم ''ساحل ڈوور'' (1867ء) میں اپنے دور

کے روحانی بحران کی تصویر کشی کے لیے سمندر کا استعارہ استعمال کیا ہے۔ اپنی ایک اور مشہور نظم ''خانہ بدوش عالم'' (1853ء) میں آرنلڈ نے آکسفورڈ کے ایک غریب دانشور کے قصے کو شعروں میں بیان کیا ہے جو یونیورسٹی ترک کر کے خانہ بدوشوں کے ایک گروہ میں شامل ہو جاتا ہے۔ اپنی نظم میں مذکور دانشور کے برعکس آرنلڈ 1844ء میں آکسفورڈ کے بلیول کالج سے فارغ ہونے کے بعد سکول انسپکٹر مقرر ہوا اور اپنی عمر کے آخری ایام تک اس عہدے پر کام کرتا رہا۔ اس نے اپنے ابتدائی ادوار میں زیادہ تر شاعری کو ہی ذریعہ اظہار بنایا اور اپنی منظومات کے متعدد مجموعے شائع کیے لیکن آکسفورڈ میں شاعری کا پروفیسر مقرر ہونے کے کچھ ہی عرصہ بعد اس نے شاعری ترک کر کے نثر لکھنا شروع کر دی۔

اس نے اپنی تنقیدی نگارشات میں ان موضوعات پر بالتفصیل لکھا جنھیں وہ پہلے اپنی منظومات میں متعارف کرا چکا تھا۔ ان نگارشات کے طفیل وہ انگریزی اور امریکی تنقید میں ایک نہایت ممتاز مقام پر فائز ہوا۔ آرنلڈ ادب کو ایک طاقتور ثقافتی طاقت اور جمہوری تعلیم کا محور خیال کرتا ہے۔ اس نے اپنے مشہور و معروف تنقیدی مضمون 'ثقافت اور نراجیت' (1869) میں ادبی اصولوں پر نظر ثانی کا مطالبہ کیا اور کہا کہ ادب میں شرکت پر کسی خاص طبقے کی اجارہ داری نہیں ہونا چاہیے۔ ان کا خیال تھا کہ امیر طبقہ بہت زیادہ مادیت پرستی کا شکار ہو چکا ہے اور متوسط طبقے کے لوگوں کو 'عبرانیت' جس نے ان کے ذوق میں پستی پیدا کی ہے، چھوڑ کر 'یونانیت' اختیار کرنی چاہیے۔ اس کا خیال تھا کہ اس سے ثقافت کو دوبارہ زندگی بخشی جا سکتی ہے۔ اس کے بقیہ تنقیدی کام میں 'ترجمہ ہومر' (1861) اور 'تنقیدی مضامین' (1865) بھی بہت اہم خیال کیے جاتے ہیں۔

آریہ

سنسکرت زبان میں آریا کا مطلب اعلیٰ یا عالی نسب لوگ ہے۔ آریائی نیم خانہ بدوش چرواہوں پر مشتمل قبائل تھے جو دو ہزار برس قبل مسیح کے لگ بھگ ایران اور ہندوستان کے شمال علاقوں میں آ کر آباد ہوئے۔ یہ باشندے قبائلی گروہوں اور دیہی بستیوں کی شکل میں رہتے تھے اور ان کا سردار راجہ کہلاتا تھا۔ ہندیورپی زبانیں انہی آریائی باشندوں کی بولی کی اولاد ہیں۔ انیسویں صدی میں آریائی ہندیوروپی اور ہندایرانی زبانوں کے مترادف کی حیثیت اختیار کر گئی۔ اگرچہ بنیادی طور پر یہ ایک لسانی اصطلاح ہے جو انیسویں صدی کے ماہر لسانیات میکس ملر کے توسط سے مقبول ہوئی۔ ہند آریائی کو عموماً ابتدائی ہندیوروپی زبان بولنے والے لوگوں کے لیے استعمال کیا

جاتا ہے جو وسطی ایشیا سے نقل مکانی کر کے برصغیر ہندوستان میں آ آباد ہوئے تھے۔1854ء میں شائع ہونے والی ایک کتاب میں ایک فرانسیسی مصنف جوزف آرتھر نے آریائی 'نسل' کے مفہوم میں توسیع کی۔اس کی مشہور ترین تحریر انسانی نسلوں کی عدم برابری (55-1853) میں آریہ 'نسل' کی تعریف ایسے سفید فام لوگوں کے طور پر کی گئی ہے جو ہندیورو پی زبانیں بولتے ہیں۔اس کا دعویٰ ہے کہ بنی نوع انسان نے آفرینش سے آج تک جتنی بھی ترقی کی ہے وہ آریائی لوگوں کے طفیل ہے اور اس نسل کے انسان اخلاقی اعتبار سے سامیوں، زرد فاموں اور سیاہ فاموں سے بہتر ہوتے ہیں۔ وہ ٹیوٹنز کو ان آریائی باشندوں کے خالص ترین جدید نمائندے قرار دیتا ہے۔ جرمن نواز انگریز سیاسی فلسفی ہوسٹن سٹیوارٹ چیمبر لین (1855ء۔1927ء) کی طرح گوبی بنو کے نسلی نظریے نے عوامی سطح پر مقبولیت حاصل کی۔ جرمنی میں خاص طور پر لوگوں کی اس سے بہت دل چسپی پیدا ہوئی اور اسے کئی دیگر زعما کے ساتھ اس وقت کے قدآور موسیقار رچرڈ ویگنر کی حمایت بھی حاصل ہوئی۔ بیسویں صدی میں خصوصاً چیمبرلین کی تصنیف 'انیسویں صدی کی بنیادیں' (1910) کے توسط سے گوبی مینو کے نظریات نازیوں کے انقلابی نظریے کے ایک جزو لاینفک کی حیثیت اختیار کر گئے۔چیمبر لین کی اس کتاب نے گوبی مینو کے تصورات کے سیاسی مضمرات کو سماجی جبریت سے آگے بڑھا کر نسلیت کے ایک ایسے بیان کی بنیاد رکھی جس نے جرمن آمر ہٹلر (1945.1889) کی نازی تحریک کو متاثر کیا جو آریاؤں کو نارڈک نسل کے مساوی گردانتا تھا اور جس نے اس نظریے کو یہود کشی کے جواز کے طور پر استعمال کیا۔

ہندوستان میں ویدک دور (1500ق م۔650ق م) کی آمد اور ہندوؤں کے ذات پات کے نظام کے جڑ پکڑنے سے ایک آریائی 'نسل' کا تصور بہت حد تک ختم ہو گیا۔شروع میں ذات پات کے نظام کی بنیاد ورن (رنگ) اور سفید فام آریاؤں اور سیاہ فام داسوں کے درمیان امتیاز پر رکھی گئی۔ یہاں آریائی قبائل کو تین جدا جدا جاتیوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ یہ ذاتیں برہموں یعنی مذہبی علماء، کشتریوں یعنی عسکری طبقے اور ویشوں یعنی تاجروں اور کاروباری افراد پر مشتمل تھیں۔سب سے نچلی ذات داسوں کی تھی۔اس دوران غیر آریائی باشندوں کو آریا اور سنسکرت کے رنگ میں رنگ کر آریہ ثقافت میں جذب کرنے کا عمل شروع ہوا جس کی بنیاد یہ تصور تھا کہ غیر آریائی باشندے خود سے برتر قوم یعنی آریاؤں کی پیروی کرتے ہیں۔

آزاد، مولانا ابوالکلام (1887ء۔1958ء)

ہندوستان کی تحریک آزادی کے ایک ممتاز رہنما۔آپ کے والد پناہ گزین اور والدہ ایک

عرب خاتون تھیں۔ آپ مکہ میں پیدا ہوئے اور کلکتہ میں پلے بڑھے اور وہیں تعلیم حاصل کی۔ انھوں نے بارہ برس کی عمر میں اپنی صحافتی زندگی کا آغاز اخبار میں ایک مضمون لکھ کر کیا۔ آزاد نے متعدد اخبارات سے متعلق رہنے کے بعد 1912ء میں اپنا ہفتہ وار اردو جریدہ الہلال نکالنا شروع کردیا۔ وہ ایک جراتمند مفکر تھے اور انھوں نے انگریزوں سے تعاون اور ہندوؤں اور مسلمانوں کی علیحدگی کی کھل کر مخالفت کی۔ وہ ''الہلال'' کے مضمون کے توسط سے ہندی مسلمانوں کو تحریک آزادی میں شمولیت کی دعوت دیتے رہے۔ ان کے انقلابی نظریات کی وجہ سے انگریز حکام نے 1914ء میں ان کے پرچے پر پابندی عائد کردی اور انھیں جیل میں بند کردیا۔ آزاد نے قرآن پاک کا ترجمہ و تفسیر قید کے دوران ہی کیا۔

آزاد 1923ء میں انڈین نیشنل کانگرس کی صدارت کے لیے منتخب ہوئے۔ وہ اس عہدے پر فائز ہونے والے کم سن ترین سیاست دان تھے۔ 1940ء میں وہ ایک بار پھر اس منصب کے لیے منتخب ہوئے اور جون 1946ء تک اس پر متمکن رہے۔ انھوں نے اپنے دوسرے عہد صدارت میں ہندوستان کو آزادی دلوانے کے لیے انگریزوں سے مذاکرات کی راہ اختیار کی۔ 1947ء میں برطانوی راج کے خاتمے کے بعد انھوں نے بھارت کے پہلے وزیر تعلیم کی حیثیت سے کام کرنا شروع کیا اور تعلیمی نظام کی اصلاح میں مصروف ہوگئے۔ ان کی کتاب ''آزادیٔ ہند'' آپ کے انتقال کے بعد 1959ء میں شائع ہوئی۔

آسٹریلیا کے مقامی باشندے

اس نسل کے لوگ آسٹریلیا اور تسمانیہ میں آباد ہیں۔ جب اٹھارہویں صدی کے اواخر میں گورا یہاں آیا اور اس نے آسٹریلیا کو برطانوی مجرمین کے قید خانے کے طور پر منتخب کیا تو اس وقت ان مقامی باشندوں کی تعداد تین سے دس لاکھ کے درمیان تھی اور وہ پانسو کے قریب لسانی گروہوں پر مشتمل تھے۔ جب یورپی آبادکار آسٹریلیا میں آباد ہوئے تو ان سے میل ملاپ سے ان لوگوں کے رہن سہن میں کئی تغیرات رونما ہوئے۔

آثار قدیمہ سے پتہ چلتا ہے کہ آسٹریلیا میں انسان تقریباً 60000 سال سے بستے چلے آرہے ہیں۔ ان باشندوں کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ زمانہ قدیم میں غالباً ایشیا سے نقل مکانی کرکے بذریعہ سمندر یہاں آئے تھے لیکن اس بارے میں یقین سے کچھ کہنا مشکل ہے کہ آیا وہ یکبارگی یہاں پہنچے یا تھوڑے تھوڑے کرکے۔

ان باشندوں نے خشک آب و ہوا اور پالنے کے لحاظ سے غیر موزوں جانوروں کی وجہ سے

شکار اور خوشہ چینی کا شغل اپنایا اور ان کی بڑی خواہش پانی کے ذخائر کو محفوظ کرنا ہوتی تھی۔ جوں جوں ان لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا وہ چھوٹے گروہوں میں تقسیم ہوتے چلے گئے۔ جب یہ چھوٹے گروہ پانی کی تلاش میں نکلے تو وہ ایک دوسرے سے جدا ہوتے چلے گئے۔ تاہم ان مختلف گروہوں میں تعلق داریاں موجود رہیں۔ اس بڑھتے ہوئے قبیلے کے افراد کا مرکز نگاہ اب بھی پانی کا وہ ابتدائی ذخیرہ تھا جہاں ان کے آباؤ اجداد نے سکونت اختیار کی تھی۔ مادر گروہ اور اس سے نکلنے والی چھوٹی شاخوں کے درمیان تعلق کے تسلسل نے بعدازاں ایک بڑے قبیلے کے ذیلی گروہوں کے درمیان قرابت داری کے ایک باقاعدہ نظام کی شکل اختیار کر لی۔

ان قدیم قبائلی باشندوں کا خیال تھا کہ پانی اور خوراک میں قلت ان کی زندگی کے اخلاقی ومعاشرتی نظام میں کسی گڑبڑ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے لہٰذا تعویذ گنڈے اور ٹوٹکے ان کی رسوم کا حصہ بنے اور انھوں نے قدرتی انواع مثلاً حیوانات کو اپنے سماجی نظام میں شامل کرنا شروع کیا۔ قبیلے کے مردوں کو مختلف رہائش گاہوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا جن پر ایک یا ایک سے زائد پالتو انواع کے نام درج ہوتے تھے تاکہ آدمی، جانور اور آبائی ہیروؤں کے درمیان رسوماتی تعامل کی نگرانی کی جا سکے۔ تاہم Dreaming اور Dreamtine پر اختیار صرف عمر رسیدہ مردوں کا تسلیم کیا جاتا تھا۔ اس سے مراد ایک اہم آفرنیشی حکایت تھی جس کا سوانگ انسانی وحیوانی زندگی کے تسلسل کو یقینی بنانے کے لیے رسوماتی انداز میں بھرا جاتا تھا۔

ان باشندوں کو انیسویں صدی میں گوروں کے ہاتھوں بڑے ظلم وستم برداشت کرنے پڑے۔ پھر خود کو شہری زندگی کے تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کا مشکل عمل بھی تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ غربت، بیماری اور ناداری بھی تھی۔ ان ساری چیزوں نے مل کر جدید دور میں ان بے چاروں کی خوب گت بنائی۔ 1986ء میں ان مقامی باشندوں کی تعداد 228000 تھی اور وہ آسٹریلیا کی کل آبادی کے دو فی صد حصے سے کم تھے۔ ان میں بیروزگاری کی شرح قومی اوسط سے چھ گنا زیادہ ہے جبکہ ان کی اوسط اجرت قومی شرح سے آدھی ہے۔

آسٹن، جین (1775ء۔1817)

انگریزی مصنفہ۔ ان کا شمار مغربی دنیا کے عظیم ترین ناول نگاروں میں ہوتا ہے۔ انھوں نے انگریزی متوسط طبقے کی زندگی کے تہہ دار مزاحیہ اور طنزیہ کردار تخلیق کیے۔

جین آسٹن دیہاتی علاقے کے ایک پادری کے آٹھ بچوں میں ساتویں نمبر پر پیدا ہوئیں۔ انھوں نے اپنی ابتدائی زندگی جیسا کہ اٹھارھویں صدی کے معزز گھرانوں کی خواتین میں رواج تھا،

MashalBooks.org

زیادہ تر اپنے خاندانی حلقے میں گزاری۔ اس کے ناولوں کا زیادہ تر مواد سادہ دیہی ماحول کے چھوٹے زمیندار طبقے سے تعلق رکھنے والے قریبی عزیز واحباب سے ہی متعلق ہے۔ اگر چہ وہ اپنے قارئین کو محظوظ کرنے کی خواہاں نظر آتی ہیں لیکن ان کا مقصد صرف حظ ہی نہ تھا۔ ان کی نظر قریبی رشتوں ناطوں میں اقدار واطوار اور انسانی رویوں پر بھی تھی۔ ادبی نقادوں کے مطابق ان کے درجے کی نفیس مزاح نگاری کی نظیر ان کے بعد ابھی تک پیدا نہیں ہو سکی۔

اگر چہ شادی آسٹن کی نگارشات میں ایک مرکز اور محور کی حیثیت رکھتی ہے، مگر انھوں نے خود ساری عمر اس سے پرہیز کیا۔ ان کے معاشقوں کی کئی حکائتیں مشہور ہیں لیکن وہ سب کی سب غیر مصدقہ ہیں۔ (ان کے لواحقین نے ان کی موت کے بعد ان کے بہت سے خطوط ضائع کر دیے تھے) تاہم انھوں نے ایک بڑے خاندان میں زندگی گزاری اور انھیں درجنوں کی تعداد میں بھتیجے بھتیجیاں اور بھانجے بھانجیاں میسر تھیں جن سے وہ اپنے دل کی بات کر سکتی تھیں اور جنھیں وہ اپنے زیر تکمیل ناولوں کی کہانیاں سنا سکتی تھیں۔ ان کے چار ناول ان کی زندگی میں ہی ان کے نام کے بغیر شائع ہو گئے تھے جنھوں نے اس وقت کے ادبی حلقوں میں کافی گونج بھی پیدا کی۔

(1811) ''عقل واحساس'' جین آسٹن کا سب سے پہلے شائع ہونے والا ناول ہے گو یہ ان کا پہلا ناول نہ تھا۔ انھوں نے سب سے پہلے ''پہلا تاثر'' قلمبند کیا جو بعد میں ''غرور تعصب'' کے نام سے معروف ہوا۔ یہ ناول 1797ء میں تکمیل کو پہنچا مگر لندن کے ایک پبلشر ٹامس کیڈل نے اسے چھاپنے سے معذرت کر لی۔ یہ 1813ء میں آ کر چھپا۔ ''خانقاہ نارتھینگر'' جو کہ 1797-98ء میں لکھا گیا، کے بارے آسٹن کہا کرتی تھیں کہ ''غرور تعصب'' کی شوخی ظرافت کا الٹا رخ پیش کرتا ہے۔ یہ ناول مع ایک دوسرے ناول ''ترغیب'' کے 1818ء میں ان کے انتقال کے بعد شائع ہوا اور تب جا کر لوگوں کو پتہ چلا کہ یہ خوبصورت ناول جین آسٹن تصنیف کرتی رہی ہیں اور یہ بات بھی ان پر ظاہر اس کے بھائی ہنری آسٹن کے تحریر کردہ ایک سوانحی نوٹ سے ہوئی۔ ان کے دیگر معروف ناولوں میں (1814) ''مینسفیلڈ پارک'' اور (1815) ''ایما'' شامل ہیں۔ جین آسٹن کا انتقال مرض ایڈیسن کی وجہ سے ہوا۔

آشوریہ

زمانہ قدیم میں مشرق قریب میں پروان چڑھنے والی ایک ثقافت۔ آشوری شمالی میسوپوٹیمیا کی ایک ریاست کے باشندے تھے۔ یہ علاقہ موجودہ عراق کے انتہائے شمال میں واقع ہے۔ آشوریوں نے قدیم مشرق قریب میں ایک نہایت عظیم اور عالی شان سلطنت کی بنیاد رکھی۔

MashalBooks.org

آشوریوں نے چودھویں صدی قبل مسیح میں بابلیہ سے آزادی حاصل کرنے کے بعد میسوپوٹیمیا کے خطے کی ایک بڑی طاقت کے طور پر ابھرنا شروع کیا۔ اگرچہ بادشاہ تکلتی سرتا (اندازاً 1208 ق م) کی وفات کے بعد آشوریوں کی طاقت کچھ عرصے کے لیے روبہ زوال ہوئی، لیکن نویں صدی قبل مسیح میں آکر آشوری حکمرانوں نے اپنی سلطنت کی سرحدوں میں توسیع کرنا شروع کردی اور تگلت پلیسر سوم (اندازاً 744-727 ق م)، سارگون دوم (اندازاً 721-705 ق م)، سنیقرب (اندازاً 704-681 ق م) اور آسرحدون (اندازاً 681-669 ق م) جیسے مضبوط بادشاہوں کی سرکردگی میں آٹھویں صدی قبل مسیح سے لے کر ساتویں صدی قبل مسیح کے اواخر تک کے عرصے میں مصر تا خلیج فارس مشرق وسطیٰ کے بیشتر علاقے کو فتح کر کے ایک آشوری پرچم کے نیچے جمع کر دیا گیا۔

آشوری ادب بابلیہ سے اخذ کیا گیا یا پھر کم از کم یہ ہے کہ بابلی بولی میں لکھا جاتا رہا۔ صرف علمی اور انتظامی دستاویزات آشوری زبان میں لکھی جاتی تھیں۔ بادشاہ آشورناصرپال دوم (اندازاً 883-859 ق م) کے دور میں علم وادب اور فن تعمیر کو بہت فروغ ملا۔ آشوریوں نے جنگ اور شکار کے مناظر (مع تشریحی فقرات کے) تراشنے کا فن اناطولیہ کے فن کاروں سے سیکھا۔ ایک طرف آشوری فنون میں نفاست کے عنصر نے جلا پائی تو دوسری طرف تعمیرات میں روغنی ٹائلوں کے استعمال کے رواج کا آغاز ہوا۔ ان عمارات میں سے شاہی محل کلنخ سب سے زیادہ متاثر کن ہے جس نے بعد میں سلطنت کے ثقافتی مرکز کی حیثیت اختیار کر لی۔

اس محل کے درودیوار کو مذہبی رسوم اور جنگ وجدل کی تصویروں اور دیومالائی مناظر اور بڑے بڑے تصویری طغروں سے سجایا گیا تھا۔ آخری عظیم آشوری بادشاہ آشور نبی پال 627 ق م کے لگ بھگ فوت ہوا اور آشوریہ سلطنت مآل کار لگ بھگ 614 سے 609 قبل مسیح تک کے عرصے میں میڈیز اور چالڈین قبائل کے ہاتھوں مکمل طور پر تباہ ہو گئی۔

آئزن ہاور، ڈوائٹ [ڈیوڈ] (1890ء-1960ء)

امریکہ کا چونتیسواں صدر اور دوسری عالمی جنگ کے دوران مغربی یورپ میں اتحادی افواج کا سپریم کمانڈر۔ آئزن ہاور ٹیکساس کے ایک غریب بنیاد پرست عیسائی گھرانے میں پیدا ہوا۔ اسے پڑھائی سے کوئی خاص دل چسپی نہ تھی لیکن اس نے کھیلوں میں خوب نام کمایا۔ کنساس میں ہائی سکول کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اس نے ویسٹ پوائنٹ میں واقع امریکی فوجی اکیڈمی میں داخلہ لے لیا۔ وہاں اس نے اپنے پسندیدہ کھیل فٹ بال میں حصہ لینا شروع کیا لیکن اپنے پہلے ہی

MashalBooks.org

سال اسے گھٹنے کے زخم کے سبب میدان سے باہر ہونا پڑا۔ وہ 1915ء میں پاس ہوا اور 164 کی کلاس میں اس کا نمبر 61 واں تھا۔ اسے فوج میں سیکنڈ لیفٹیننٹ کا عہدہ دے کر سان انتونیو ٹیکساس بھیج دیا گیا جہاں 1916ء میں اس کی ملاقات مامی جینوا داؤد سے ہوئی جس سے وہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گیا۔ پہلی عالمی جنگ کے دوران جب وہ ایک ٹینک ٹریننگ سنٹر کی کمان کر رہا تھا اسے ترقی دے کر کیپٹن بنا دیا گیا۔ اسے ٹریننگ کے شعبے میں اچھی کارکردگی کی بنا پر سروس میڈل بھی دیا گیا۔ 1920ء کے عشرے میں وہ نہر پانامہ کے علاقے میں خدمات سرانجام دے رہا تھا۔ 1924ء میں امریکہ واپسی پر اس نے آرمی وار کالج اور کمانڈ اینڈ جنرل اسٹاف سکول سے کورس کیے۔ 1929ء سے 1933ء تک اس نے فرانس اور واشنگٹن میں نائب وزیر جنگ کے طور پر فرائض سرانجام دیے اور پھر اسے آرمی چیف آف سٹاف جنرل ڈوگلس میکارتھر کا معاون خاص بنا دیا گیا جس کے سیاسی و عسکری نظریات کی آئزن ہاور بعد میں بڑی شد و مد سے مخالفت کرتا رہا۔ 1935ء سے 1939ء تک وہ جنرل میکارتھر سے مل کر فلپائن میں وہاں کی مسلح افواج کی تنظیم نو میں مصروف رہا۔ جرمنی کے پولینڈ پر حملے کے کچھ ہی عرصہ بعد وہ امریکہ واپس آ گیا اور 1941ء میں اسے کرنل کے عہدے پر ترقی دے دی گئی۔

جوں جوں دوسری عالمی جنگ میں امریکہ کی شمولیت میں اضافہ ہوا، آئزن ہاور نے بھی ملٹری کمانڈ رسٹرکچر میں تیر کی طرح آگے بڑھنا شروع کر دیا اور جون 1942ء میں اسے یورپ کے محاذ پر امریکی کمانڈر نامزد کر دیا گیا۔ شمالی افریقہ، صقلیہ اور اٹلی میں اس کی کامیابیوں کے بعد دسمبر 1943ء میں اسے سپریم ہیڈ کوارٹر آف الائیڈ ایکسپی ڈشنری فورس کا کمانڈر مقرر کر دیا گیا۔ جون 6-1944ء کو نارمنڈی کا حملہ آئزن ہاور کی ہی زیر نگرانی عمل میں آیا۔ اس حملے نے ہٹلر کی فوجوں کے پاؤں اکھاڑ دیے اور انھیں 8 مئی 1945ء کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ اس پر اسے پنج تارا جنرل بنا دیا گیا اور جب اگلے ماہ امریکی افواج نے جرمنی پر قبضہ کیا تو اس کی قیادت بھی آئزن ہاور کر رہا تھا۔ اس سال نومبر میں وہ امریکی فوج کا چیف آف سٹاف بن گیا۔ اس نے کولمبیا یونیورسٹی کی صدارت کا عہدہ لینے کے لیے 1948ء میں فوج سے استعفیٰ دے دیا لیکن پھر اس نے دسمبر 1950ء میں یورپ میں اتحادی افواج کے سپریم کمانڈر کی حیثیت سے نیٹو کی تنظیم میں مدد دینے کے لیے چھٹی لے لی۔ 1952ء میں اس نے فوج کو خیر باد کہہ کر ریپبلکن صدارتی امیدوار کی نامزدگی کے لیے مہم میں حصہ لیا۔ امریکیوں کا یہ محبوب جنگی ہیرو دسمبر 1943ء میں یہ نامزدگی اور بعد ازاں ہونے والے انتخابات بڑی آسانی جیت گیا۔ 1956ء کے صدارتی انتخاب میں اس

MashalBooks.org

نے پہلے سے بھی زیادہ فرق سے کامیابی حاصل کی۔ اگرچہ آئزن ہاور مشرق وسطیٰ اور کیوبا میں اشتراکیوں سے فعال عسکری مقابلے کا بڑا زبردست حامی تھا، اس نے امریکیوں کو اس داخلی خطرات سے بھی متنبہ کرنا شروع کر دیا تھا جسے اس نے ''فوجی صنعتی کمپلیکس'' کا نام دیا۔ ایک عشرے بعد اس مسئلے نے نیولیفٹ کی تحاریر وتقاریر میں غیر معمولی اہمیت اختیار کر لی۔ اس کی تصانیف میں دوسری جنگ عظیم میں اتحادی فوجوں کی روداد ''یورپ کی جنگیں'' (1948ء) اس کی صدارتی یادداشتیں ''تبدیلی کا مینڈیٹ'' (1963ء) اور ''امن کی یلغار'' (1965ء) شامل ہیں۔

آئی سس

قدیم مصر کی ایک دیوی۔ وہ پاتال کے دیوتا اوسی رس کی بہن اور بیوی تھی۔ اس کی پرستش مشرق قریب کے بہت سے گروہوں کیلئے انتہائی اہمیت اختیار کر گئی اور انجام کار اسے سلطنت رومہ کے مذہب میں ضم کر لیا گیا۔ ''آئی سس'' ایک مصری لفظ ہے جس کا مفہوم ''تخت'' تھا، کی یونانی شکل ہے۔ تخت کو اکثر وبیشتر اس دیوی کی علامت کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ گائے کے سر یا اس کے سینگوں کو بھی اس مقصد کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔

آئی سس، اس کے خاوند بھائی اوسی رس اور اس کے بیٹے ہورس کی پرستش نے عیسائی مذہب کے سامنے بہت دم خم کا مظاہرہ کیا۔ مصری دیومالا میں اس کا کردار اوسی رس کی ہلاکت اور اس کے نتائج وعواقب کے گرد گھومتا ہے۔ اس دیومالائی حکایت کے مطابق وہ اپنے مقتول شوہر کے بکھرے اعضا چن کر اسے دوبارہ جوڑنے کا جتن کرتی ہے اور اپنے غم کی طاقت سے کام لے کر اوسی رس کو ایک دفعہ پھر زندہ کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ اس حکایت میں آگے چل کر اس کے اپنے فرزند ہورس سے تعلق کا ذکر آتا ہے۔ ہورس بڑا ہو کر اپنے باپ کے قاتل سیٹ سے جنگ کر کے انتقام لینے کی کوشش کرتا ہے۔ ہورس، آئی سس کی نگہداشت اور حفاظت کے طفیل ہی اپنی زندگی کے ابتدائی برسوں میں محفوظ رہ پاتا ہے اور آئی سس اپنے اس کردار کی وجہ سے نگہداشت کی دیوی کے طور پر جانی جاتی ہے۔

آئی سس آخر کار ایک مہربان ماتا دیوی اور زرخیزی وبارآوری کی دیوی بن گئی۔ آئی سس کی پوجا زیریں مصر میں شروع ہوئی اور پھر سارے ملک میں پھیل گئی اور اس کے نام پر بہت سے معبد تعمیر کئے جانے لگے۔

1960ء کے عشرے میں جب امریکہ میں تہذیب وثقافت کے خلاف جذبات ابھرنا

MashalBooks.org

شروع ہوئے تو اس سے لوگوں کی دلچسپی قدیم مذہب میں بہت بڑھ گئی جس سے آئی سس نے بھی بہت زیادہ مقبولیت حاصل کر لی۔ ہالی وڈ میں اس دیوی پر ایک سیریز بھی تیار کی گئی جو 1970ء کے عشرے میں عوام کیلئے ٹی وی پر پیش کی گئی تھی۔

ابسن، ہینرک (یوہان) (1828ء۔1906ء)

ناروے سے تعلق رکھنے والا ایک معروف ڈرامہ نگار۔ بعض نقاد ابسن کو جدید ڈرامے کا والد قرار دیتے ہیں اور اس میں واقعی کوئی شک والی بات نہیں کہ ان کی نگارشات نے تھیٹر کا چہرہ مہرہ یکسر تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔ اس نے ایک ایسی صنف میں سماجی مسائل متعارف کرانا شروع کئے جو اس وقت ایک بالکل غیر سیاسی صنف شمار ہوتی تھی۔ ابسن کی سماج اور اس کی بے چینیوں کے بارے میں تشویش اس کے کھیل (بھوت :1881ء) میں پیش کی گئی جنسیت اور شادی کے ادارے پر اس کی تنقید کو (گڑیا گھر 1879ء) میں بڑے واضح طور پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ اسے نفسیاتی تھیٹر کے بانیوں میں بھی شمار کیا جاتا ہے۔ اس نے روایتی انداز سے پلاٹ پر زور دیتے رہنے کی بجائے کردار و رجذباتی الجھن کے پیچیدہ مطالعات شروع کئے۔

ابسن سکی این کے ساحلی شہر میں ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوا۔ ابھی وہ لڑکپن میں ہی تھا کہ اس کا خاندانی کاروبار بیٹھ گیا اور اسے پندرہ برس کی عمر میں گرمسٹاد شہر کے ایک دوافروش کے ہاں ملازمت کرنا پڑی۔ انہیں اس ملازمت میں آئے بمشکل کوئی دو برس ہی ہوئے تھے کہ اس کے استاد کی نوکرانی ابسن کے ناجائز بچے کی ماں بن گئی۔ اس نے نومولود بچے میں کوئی دلچسپی نہ لی لیکن ناجائز اولاد کا موضوع اکثر اس کے ڈراموں میں در آتا ہے۔

ابسن کو تیئیس سال کی عمر میں برگن کی نیونیشنل تھیٹر کا منیجر اور سرکاری ناٹک نویس مقرر کر دیا گیا لیکن اس نے جلد ہی یہ کام چھوڑ کر کرسٹینا (حال اوزسلو) کے نارویجی تھیٹر کے منیجر کا زیادہ سود مند عہدہ قبول کر لیا جس پر وہ 1857ء سے لیکر 1862ء تک کام کرتا رہا۔ 1864ء میں جب یہ تھیٹر دیوالیہ ہوا تو ابسن نے جلاوطنی اختیار کر کے روم، میونخ اور ڈریسڈن میں دن بتانے شروع کر دیئے۔ 1891ء میں آخر کار وہ کرسٹینا واپس لوٹ آیا اور زندگی کا بقیہ حصہ یہیں گزار دیا۔

ابسن نے بہت سے کھیل لکھے لیکن اس کے خیالات کو صحیح معنوں میں آواز ''گڑیا گھر'' میں ملی۔ یہ کھیل ایک خاتون نورا کے بارے میں ہے جو اپنے ریاکار شوہر کو چھوڑ کر چلی جاتی ہے۔ ابسن کے ڈرامے کو کوئی خوشگوار موڑ دے کر ختم کرنے سے انکار اور نورا کو ایک خودمختار عورت کے طور پر پیش کرنے کے فیصلے نے ناظرین کو چونکا کے رکھ دیا۔ ان کا اگلا کھیل ''بھوت'' جو مرض اور

اخلاقی آلودگی کی طاقت کے بارے میں تھا۔ابسن کو اپنے ڈراموں میں غیر معمولی طور پر مضبوط خواتین کے کردار شامل کرنے کے حوالے سے خاص طور پر یاد کیا جاتا ہے۔نورا اور ''ہیڈا گیبلر'' کی ہیروئن کو اس ''نئی قسم کی عورت'' کی مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔اس نے یہ کردار غالباً اپنی بیگم سوزانہ تھورسن کو ذہن میں رکھ کر وضع کیے۔

اتاترک

ترک قوم کا عسکری و سیاسی رہنما۔عوامی جمہوریہ ترکیہ کے بانی اور اولین صدر مصطفیٰ کمال کو اتاترک (ترکوں کا باپ) کا خطاب ترک پارلیمان نے 1935ء میں دیا۔اتاترک سیلونیکا میں پیدا ہوئے جو اس وقت سلطنت عثمانیہ کا حصہ تھا۔انھوں نے 1895ء میں ایک فوجی درسگاہ میں داخلہ لیا اور پھر استنبول چلے گئے جہاں انھوں نے 1905ء میں ایک جنگی اکیڈمی سے اپنی گریجوایشن مکمل کی۔ وہ عثمانی سلطان عبدالحمید دوم (اقتدار 1876ء۔1909ء) سے مخالفت کی بنا پر کچھ عرصہ قید بھی رہے لیکن بعدازاں ایک فوجی مشن پر دمشق چلے گئے جہاں انھوں نے اپنے ہم خیال فوجی افسروں کو ساتھ ملا کر ایک انقلابی گروپ 'وطن اور آزادی' تیار کیا۔اپنے انقلابی پس منظر کے باوجود اتاترک اس مجلس اتحاد میں زیادہ فعال کردار ادا کرتے نظر نہیں آتے جس نے انجام کار 1908ء میں عبدالمجید دوم کو معزول کیا تھا۔

جنگ عظیم اول کے دوران وہ بلغاریہ میں فوجی اتاشی کے طور پر مامور تھے۔انھوں نے ایک سپاہی کے طور پر خصوصاً 1915ء میں گیلی پولی کے میدان میں لڑی جانے والی جنگ میں بڑا نام کمایا اور ایک قومی ہیرو کا درجہ اختیار کر گئے۔ گیلی پولی کی فتح ان چند ایک فتوحات میں شامل ہے جو عثمانی ترک اس جنگ میں حاصل کر پائے تھے۔اکثر محاذوں پر انھیں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

جب 1918ء میں جنگ بندی کے معاہدے پر دستخط کیے گئے تو اتاترک جو اس وقت تک جنرل بن چکے تھے اتحادیوں کی مسلط کردہ سخت شرائط دیکھ کر بہت مایوس ہوئے۔ انھوں نے اتحادیوں اور اپنے سلطان دونوں کی مخالفت مول لی اور مئی 1919ء میں اپنی انقلابی کارروائیاں شروع کرنے کے لیے اناطولیہ چلے آئے۔ ماہ جولائی تک وہ عمائدین اناطولیہ کی ایک کانفرنس بلا چکے تھے اور اپنے وطن کی آزادی کے لیے ایک نئی فوج تشکیل دے چکے تھے۔اپریل 1920ء میں اتاترک نے ترکی کی گرینڈ نیشنل اسمبلی کا اجلاس منعقد کیا جس نے انھیں سپیکر منتخب کر لیا۔اس جلا وطن پارلیمنٹ نے سلطان اور اتحادیوں کے مابین طے ہونے والے معاہدے کو ماننے سے انکار کر دیا اور اتحادیوں کو سرزمین ترکی سے نکال باہر کرنے کے لیے اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ یہ

جدوجہد تین برس تک جاری رہی جس کے نتیجے میں اتاترک اپنی قوم کو اتحادیوں خصوصاً ان یونانیوں سے نجات دلانے میں کامیاب ہو گئے جنھوں نے ازمیر اور مغربی اناطولیہ کے علاقوں پر قبضہ جما رکھا تھا۔ انھوں نے 1923ء میں گرینڈ نیشنل اسمبلی کے سربراہ کے طور پر معاہدہ لوزان کے لیے ہونے والے مذاکرات میں حصہ لیا جس کی رو سے ترکی کی جدید ریاست کی سرحدوں کا تعین کیا گیا۔ اکتوبر 1923ء میں ترکی کو جمہوریہ قرار دے دیا گیا اور اتاترک نے اس کے پہلے صدر کا منصب سنبھال لیا۔

آزادی حاصل کرنے اور سربراہ مملکت کے عہدے پر فائز ہونے کے بعد اتاترک نے ترکی کو ایک جدید ریاست میں تبدیل کرنے کے لیے ایک زبردست مہم کا آغاز کیا۔ انھوں نے 1924ء میں خلافت عثمانیہ کو ختم کر کے خلیفہ کو ملک سے بھگا دیا اور ترکی کو ایک سیکولر ریاست بنانے کا اعلان کر دیا۔ اس کے علاوہ انھوں نے ترکی میں پارلیمانی نظام متعارف کرایا اور رسم الخط، تعلیمی نظام اور تجارتی و عدالتی قوانین میں اصلاحات کیں۔

اتاترک نے لباس کے سلسلے میں اصلاحات کیں۔ خواتین کو پردے اور مردوں کو فیض کیپ (ترکی ٹوپی) پہننے کی ممانعت کر دی گئی کیونکہ یہ دونوں چیزیں ماضی کی عثمانیہ ثقافت کی علامت تھیں۔

1934ء میں خواتین کو حق رائے دہی تفویض کیا گیا اور 1935ء کے انتخابات میں 17 عورتیں پارلیمنٹ کی رکن بن گئیں۔

اتاترک کی اپنے مقصد سے لگن اور یکسوئی سے ان کی حکومت میں آمرانہ رنگ بھی پیدا ہوا۔ وہ اپنے مخالفین کو خصوصی عدالتوں کے ذریعے کچل دیا کرتے تھے جیسا کہ 1926ء میں ان پر قاتلانہ حملے کی سازش میں ملوث افراد کے مقدمے میں کیا گیا۔ وہ 1938ء میں اپنی وفات تک اپنے ملک سے تمام اسلامی اور عثمانی نام و نشان مٹا کر اسے ایک سیکولر ریاست میں تبدیل کر چکے تھے۔

اجنتا کے غار

بھارت میں واقع مشہور بدھ مندروں کی ایک جگہ۔ ہندوستان کے صوبے مہاراشٹر کے شمالی جانب واقع ایک گاؤں اجنتا کے نواح میں واقع پتھروں سے تراشے گئے یہ مندر اور خانقاہیں اپنی دیواری تصویروں کی وجہ سے دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ یہ غار ایک سترفٹ گہرے شگاف کی اندرونی جانب گرینائٹ کی چٹانوں میں واقع ہیں جہاں کبھی بدھ راہب رہا کرتے تھے۔ اس وادی میں

MashalBooks.org

لگ بھگ انتیس غار ہیں جن میں سے بعض کو مندروں کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا اور بعض کو خانقاہوں کے طور پر۔ان سب کی کھدائی اور آرائش دوسری صدی قبل مسیح اور ساتویں صدی قبل مسیح کے درمیان کسی وقت عمل میں آئی۔اگرچہ ان مندروں کے فن تعمیر خصوصاً ان کے نقش ونگار سے مزین ستونوں کی زیادہ تعریف کی جاتی ہے، داخلی دیواروں چھتوں اور ستونوں پر بنی تصویریں بھی کچھ کم نہیں۔ان تصاویر میں بہت شوخ رنگ استعمال کیے گئے ہیں اور ان میں ایک ایسی سطوت و تمکنت نظر آتی ہے جو ہندی آرٹ میں شاذ ہی دیکھنے کو ملتی ہے۔یہ تصاویر ایک دوسرے میں مدغم ہوکر ایک مربوط سلسلے کی شکل اختیار کرتی چلی جاتی ہیں اور ایک عجیب وغریب تاثر پیدا کرتی ہیں۔ ان میں بدھ مذہب کے مختلف مشاہیر اور معبود دکھائے گئے ہیں۔بعض تصاویر کو زمانے اور موسم کی دست برد سے نقصان پہنچا ہے مگر پھر بھی اجنتا کے یہ غار ہندوستانی آرٹ کی شان وشوکت کے ثبوت کے طور پر آج بھی موجود ہیں۔

اچیبے چنوا(1930تا......)

نائیجیریا کا مشہور ادیب اور ناول نگار۔آچیبے کو انگریزی کو ذریعہ اظہار بنانے والا پہلا بڑا افریقی ناول نگار قرار دیا جاتا ہے۔وہ مشرقی نائیجیریا میں پیدا ہوا اور اس نے ایک عیسائی اگبو گھرانے میں پرورش پائی۔وہ اپنے ناولوں میں عموماً قبل نوآبادیاتی دور سے لے کر قومی آزادی تک کے درمیانی عرصے میں نائیجیریا کی ثقافت میں پیدا ہونے والے انقلاب سے بحث کرتا ہے۔آچیبے کا پہلا ناول Things Fall Apart(اشاعت 1958ء) نوآبادیاتی دور میں اگبو قبیلوں کی روایتی معاشرت وثقافت میں پیدا ہونے والی توڑ پھوڑ سے متعلق ہے۔اسے افریقہ کے انگریزی بولنے والے خطوں اور باقی دنیا میں ثانوی تعلیمی کورسوں میں بالالتزام پڑھایا جاتا ہے۔اس لحاظ سے ہم صرف فرانسیسی میں لکھنے والے کمارالے کا موازنہ ہی اس سے کرسکتے ہیں۔متذکرہ بالا ناول کے علاوہ اچیبے نے 1960ء میں No Longer at Ease لکھا۔اس میں اس نے نائیجیریا کے ایک ایسے تخیل پرست نوجوان کو مرکزی کردار بنایا ہے جو برطانیہ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے وطن لاگوس لوٹتا ہے اور برے دن اسے آلیتے ہیں۔ 1964ء میں منظر عام پر آنے والے Arrow of God ''خدا کا تیر'' میں روایتی دیسی معاشرے اور نوآبادیاتی جدیدیت کے مابین تصادم کو موضوع بنایا گیا ہے۔اس کی چوتھی تصنیف A Man of the people(1966ء) قارئین کو نئی آزاد شدہ افریقی ریاستوں میں آمریت کی متوقع فصل سے متنبہ کرتی ہے۔اپنے ان ناولوں کے ساتھ ساتھ آچیبے نے ایسے

بہت سے مقالات ومضامین بھی بہت سے جرائد ورسائل میں قلمبند کیے ہیں جن میں افریقیوں اور دیگر ادبا کی فکشن میں براعظم افریقہ اوراس کے باسیوں کی تصویر کشی کی بات کی گئی ہے۔اس کی بعض تحاریراس کے ان تجربات کا بھی حاصل ہیں جن میں سے وہ مختلف امریکی اور نائیجیرین درسگاہوں میں ادب کے استاد کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ نائیجیریا کی خانہ جنگی (70-1967ء) آچیبے کے لیے ایک بہت روح فرسا سانحہ تھا۔اس خانہ جنگی میں اس کا ایک دوست، رفیق کاراور نائیجیریا کا مشہور شاعر کرسٹوفر اوکگبو بھی مارا گیا تھا۔اس صدمے سے دوچار ہونے کے بعد اس نے ناول لکھنا ترک کردیے اور اپنی توجہ مضامین، افسانے اور شاعری لکھنے پر مرکوز کرلی۔1987ء میں وہ ایک بار پھر ناول نگاری کی طرف آیا اوراس نے Anthills of the Savannah شائع کیا۔آجکل آچیبے امریکہ میں ہےاور وہاں لیکچرار کے طور پر کام کررہاہے۔

اخناتون (انتقال1354 قبل مسیح)

قدیم مصر کا ایک فرعون۔اخناتون کا تعلق قدیم مصری بادشاہوں کے اٹھارہویں سلسلے سے تھا۔اس نے1372ق م سے لے کر1354ق م تک حکومت کی اور ایک موحدانہ مذہب آتون کی بنیاد رکھی۔

اخناتون سے قبل مصری بہت سے خداؤں کی پرستش کرتے تھے جو زندگی کے مختلف امور کے نگران متصور ہوتے تھے۔جس طرح ان خداؤں کا ایک منظم سلسلہ مراتب تھا، اس دور کی سیاسی حکومت بھی بہت منظم تھی۔ بادشاہوں کے اٹھارھویں سلسلے نے1539ق م سے1292ق م تک دوسوسال تک حکومت کی۔ان کے عہد میں مصری سلطنت فنیقیا نوبیا اور فلسطین تک پھیلی ہوئی تھی۔فرعون کو خداؤں کا ترجمان خیال کیا جاتا تھا۔اس لیے اسے حکومت کے سربراہ کی حیثیت حاصل تھی اوراسے شاہی خطاب، مال ودولت اورعیش وعشرت کا حقدار سمجھا جاتا تھا۔

اخناتون نے1372ق م کے لگ بھگ تخت پر بیٹھنے کے بعد اپنا خاندانی نام امنعتب برقرار رکھا اور قدیم خداؤں کی پوجا جاری رکھی۔اس کے کچھ عرصہ بعد اس نے ایک نئے واحد اور سچے، خدا ایتن کی پرستش شروع کردی جس کا نشان سورج تھا۔قدیم مذہب سے اس چھیڑ چھاڑ کے بعد اس نے سیاسی نظام میں بھی تبدیلیاں لانے کی کوشش کی۔ دارالحکومت تھیپس سے امرنا منتقل کردیا گیا جس کا نام اس نے بدل کر آخے تیتن یعنی 'ایتن کا افق' رکھ دیا۔اس نے الوہی بادشاہت کے تصور کو بھی دوبارہ متعارف کرایا۔